AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"جون ایلیا کی شاعری میں عصری سماجی شعور: فکر، مزاج اور رویّے کا تنقیدی مطالعہ"

شاہد صادق
Shahidshahidsadiq53@gmail.com
ثوبیہ صفدر
پی۔ایچ۔ڈی اسکالر شُعبہ،اُردو بہاالدین زکریایونیورسٹی،ملتان
Honeyrai037@gmail.com
منیر احمد
پی۔ایچ۔ڈی اسکالر شُعبہ،اُردو بہاالدین زکریایونیورسٹی،ملتان
Munirahmad31000@gmail.com
ڈاکٹر سامیہ کومل
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو ایمرسن یونیورسٹی ملتان

Abstract :

This research explores the intricate layers of contemporary social consciousness in the poetry of Jaun Elia, a renowned Urdu poet, philosopher, and intellectual. Building upon the historical evolution of socio-literary awareness in Urdu poetry—from the mystic thought of early Sufis to the ideological fervor of poets like Iqbal and Faiz—this study locates Jaun Elia's poetry as a unique contribution that bridges modern existential anxiety with socio-political discontent. Elia's poetry is marked by its philosophical depth, linguistic innovation, and emotional resonance, simultaneously embodying protest, introspection, and rebellion.

The study critically analyzes the poet's engagement with themes such as class disparity, cultural disintegration, alienation, educational inequality, and institutional hypocrisy. It positions Elia as a voice of dissent against systemic oppression—both external and internal—while also highlighting his ability to reflect historical consciousness and philosophical complexity within a lyrical framework. His personal anguish becomes a metaphor for collective suffering, turning the poetic self into a site of social and intellectual resistance.

Moreover, the research underscores Elia's use of symbolic language, sarcasm, and existential motifs, making his verse not only aesthetically powerful but intellectually provocative. Drawing on references from philosophy, history, and socio-political thought, the study presents Jaun Elia as a modern poet whose work remains deeply relevant to today's fragmented and questioning world.

Keywords :

Jaun Elia,Urdu Poetry,Social Consciousness,Existentialism,Intellectual Rebellion,Class Conflict,Alienation,Philosophical Poetics ,Modern Urdu Literature,Symbolism in Poetry,Cultural Critique,Literary Modernism

اردو شاعری میں سماجی شعور کی روایت اتنی ہی پرانی ہے جتنی اس زبان کی ادبی تاریخ۔ابتدا میں صوفی شعرا نے جہاں روحانی اور اخلاقی موضوعات کو مرکز بنایا، وہیں فارسی اثرات کے تحت شاعری ایک مابعد الطبیعیاتی اور جمالیاتی روایت میں پروان چڑھی۔تاہم، اقبال، فیض اور جوش جیسے شعرا نے بیسویں صدی میں اردو شاعری کو ایک نیا زاویہ دیا، جس میں سماجی اور سیاسی مسائل کا شعور ابھرتا دکھائی دیا۔ایسے میں جون ایلیا کی شاعری اردو ادب میں ایک منفرد اور انوکھا اضافہ ثابت ہوئی۔ان کے یہاں نہ صرف فکری گہرائی ہے بلکہ ان کے اشعار میں زمانے کی بے حسی، معاشرتی ٹوٹ پھوٹ، اور فرد کی ذہنی کشمکش کا اظہار بھی شدت سے ہوتا ہے۔

جون ایلیانہ صرف ایک شاعر تھے بلکہ ایک فلسفی مزاج دانشور بھی تھے جنہوں نے اردو زبان میں عصری شعور کو ایک منفرد انداز میں پیش کیا۔ان کا طرزِ اظہار، موضوعات کا انتخاب، اور الفاظ کی ترتیب اس قدر انوکھی ہے کہ ان کی شاعری قاری کو محض مسرور نہیں کرتی بلکہ سوچنے پر مجبور بھی کرتی ہے۔جون ایلیا کی شاعری ایک ایسے انسان کی آواز ہے جو اپنے ماحول سے نالاں، مگر مکمل طور پر اس سے لاتعلق بھی نہیں ہے۔یہی کشمکش اور تضاد ان کے کلام میں نہایت فطری انداز میں جلوہ گر ہے۔

جون ایلیا کی شاعری کو سمجھنے کے لیے ان کے فکری پس منظر کو جاننا نہایت اہم ہے۔وہ محض ایک شاعر نہیں بلکہ فلسفے، تاریخ، منطق، سائنس، اور تہذیب و تمدن سے گہری دلچسپی رکھنے والے ایک ہمہ جہت دانشور تھے۔ان کے مطالعے کی وسعت اور فکری پیچیدگی ان کی شاعری میں جھلکتی ہے۔ان کا ذہن کلاسیکی اور جدید فلسفے کے بیچ معلق تھا، جہاں ایک طرف یونانی اور اسلامی فلسفہ ان کے فکری ڈھانچے کا حصہ تھا، وہیں دوسری جانب مغربی وجودیت، نیہلزم، اور سوشلسٹ نظریات سے بھی وہ متاثر دکھائی دیتے ہیں۔

جون ایلیا کی پرورش ایک علمی خانوادے میں ہوئی۔ان کے والد علامہ شفیق حسن ایلیا خود ایک دانشور، شاعر اور ادیب تھے۔اس ماحول نے جون کی فکری تربیت میں گہرا کردار ادا کیا۔ان کے گھر میں فلسفہ، تاریخ، اور ادب پر گفتگو ایک معمول کی بات تھی، جس کا اثر ان کے شعور اور ذوق پر بھی پڑا۔یہی وجہ ہے کہ جون ایلیا کی شاعری میں علمی حوالہ جات، تاریخی اشارات، اور فلسفیانہ نکتہ نظر ایک مربوط صورت میں نظر آتا ہے۔

جون ایلیا کے نزدیک مذہب اور روایتی اقدار پر سوال اٹھانا کسی بغاوت کا اظہار نہیں تھا بلکہ یہ ان کی فکری دیانتداری کا ثبوت تھا۔وہ ہر شے کو عقلی بنیاد پر پرکھنے کا رجحان رکھتے تھے۔ان کے نزدیک ہر نظریہ تب تک قابل قبول ہے جب تک وہ منطق اور تجربے کی کسوٹی پر پورا اترے۔ان کا شعری اظہار اسی آزاد خیالی کا عکاس ہے۔

"میں بھی بہت عجیب ہوں، اتنا عجیب ہوں کہ بس
خود کو تباہ کر لیا اور ملال بھی نہیں"(1)

یہ اشعار خود کلامی، بے نیازی اور فکری اطمینان کا ایک ایسا امتزاج پیش کرتے ہیں جو جون کے ذہنی رجحان کو عیاں کرتا ہے۔ان کے ہاں جذبات کی شدت بھی ہے مگر وہ کسی بے سمتی یا ناپختگی کا شکار نہیں، بلکہ ایک شعوری کیفیت کا مظہر ہیں۔

مزید برآں، جون ایلیا کا مزاج "تاریخی شعور" سے بھی مزین تھا۔وہ ماضی کے عروج و زوال، فلسفہ، اسلامی تہذیب، یونانی منطق، اور جدید فکری تحریکوں کو بخوبی سمجھتے تھے۔ان کے کلام میں "قرطبہ"، "افلاطون"، "نیوٹن"، "ماکیاولی" یا "ابن رشد" جیسے حوالہ جات محض دکھاوے کی غرض سے نہیں آتے بلکہ یہ ان کے فکری ربط و ضبط کا نتیجہ ہیں۔ان کی ایک نظم میں تاریخی اور فکری شعور کا جو اظہار ملتا ہے، وہ اردو شاعری میں کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

ان کے نزدیک فکر و تخیل محض علم کا حاصل نہیں بلکہ ایک اخلاقی فریضہ ہے۔اس لیے وہ اپنے شعری عمل کو بھی ایک فکری جدوجہد سمجھتے ہیں، جہاں ہر لفظ ایک سوال اور ہر مصرعہ ایک موقف کی حیثیت رکھتا ہے۔ان کی شاعری میں "میں" کی موجودگی اس انا پرستی کا اظہار نہیں جو رومانوی شاعری میں عام ہے، بلکہ یہ ایک خود آگاہی اور فکر کا اعلان ہے جو فرد کو معاشرتی جبر کے خلاف سینہ سپر ہونے پر اکساتا ہے۔

جون ایلیا کی شاعری کو محض ذاتی کرب اور فلسفیانہ الجھنوں تک محدود کرنا ان کی شعری جہات کو کم سمجھنے کے مترادف ہے۔ان کے کلام میں معاشرتی بیداری، زمانے کی بے حسی، اور طبقاتی تفریق کے خلاف ایک خاموش لیکن گہرا احتجاج بھی موجود ہے۔وہ ایک ایسے سماج کے نمائندہ شاعر ہیں جو تبدیلی کے دہانے پر کھڑا ہے، مگر مروجہ ڈھانچوں اور روایات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔جون کی شاعری میں ان سماجی پیچیدگیوں کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔

جون ایلیا کا کلام انسان دوستی کے جذبے سے لبریز ہے، مگر یہ جذبہ محض جذباتی نہیں بلکہ فکری اور شعوری ہے۔وہ انسانی رشتوں کی کمزوری، دولت کی بنیاد پر قائم تفریق، اور معاشرتی ناہمواری پر شدید احتجاج کرتے ہیں۔ان کے اشعار میں طبقاتی نظام کے خلاف نفرت کا اظہار نہایت لطیف انداز میں ہوتا ہے، اشعار ملاحظہ ہو:

"یہ جو معاشرت ہے، بہت ہی عجیب ہے
مرے سوال پر بھی یہاں فیصلے ہوئے"(2)

اس شعر میں جون نہ صرف سوال کرنے کی آزادی کی نفی کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ فیصلہ کن قوتیں سماج میں کہاں مرکوز ہیں۔ طبقاتی فرق صرف مالی نوعیت کا نہیں بلکہ علمی، فکری، اور سماجی طور پر بھی نمایاں ہے۔ وہ فرد کی محرومی کو ان اداروں سے جوڑتے ہیں جو انصاف کی نمائندگی کرنے کے بجائے استحصال کے آلہ کار بن چکے ہیں۔

جون ایلیا کی شاعری میں اجنبیت، بیگانگی اور بے بسی جیسے احساسات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ ان کا یہ رویہ فرد اور سماج کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کی علامت ہے۔ جدیدیت کے اثرات نے انسان کو مشینی، غیر شخصی، اور غیر محسوس بنا دیا ہے۔ جون اس اجنبیت کو نہ صرف محسوس کرتے ہیں بلکہ قاری کو بھی اس کا شعور دیتے ہیں۔ ان کے ہاں "تنہائی" صرف داخلی احساس نہیں بلکہ سماجی عدم توازن کا نتیجہ ہے:

"عجیب شہر ہے، یہاں لوگ اجنبی بھی

ایسے ملتے ہیں، جیسے برسوں کے شناسا ہوں"(3)

یہ اشعار اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ ظاہری روابط کے باوجود معاشرہ کس قدر کھوکھلا اور بے جان ہو چکا ہے۔ لوگوں میں نہ جذبات کی سچائی بچی ہے، نہ رویوں میں خلوص۔

جون ایلیا کی فکر کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ وہ تعلیم اور معیشت جیسے بنیادی معاشرتی مسائل کو بھی اپنے شعری کینوس کا حصہ بناتے ہیں۔ ان کے کلام میں بارہا "تہذیب"، "علم"، اور "معرفت" جیسے الفاظ آتے ہیں، مگر ان کے پیچھے ایک تلخ حقیقت چھپی ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ تعلیم محض علم کا حصول نہیں بلکہ ایک معاشرتی طاقت بھی ہے، اور یہ طاقت صرف خواص کے پاس ہے۔

مزید برآں، وہ معاشی نظام کی ناانصافی اور استحصالی کردار پر بھی سوال اٹھاتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف براہِ راست نعرہ بازی تو ان کے ہاں نہیں ملتی، لیکن جس شدت سے وہ "بے چینی"، "غیر اطمینانی"، اور "تھکن" جیسے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، وہ ایک معاشی اور سماجی تھکن کا اظہار ہے۔

"کسی نے بھی ہمیں سمجھنے کی زحمت نہیں کی

ہم نے بھی اپنے آپ کو سنوارا ہی نہیں"(4)

یہ اشعار اس معاشرتی نظام کے خلاف ایک فرد کی خاموش گواہی ہیں جہاں اسے سمجھنے یا بہتر بنانے کی کوئی اجتماعی کاوش نہیں کی جاتی۔

جون ایلیا کی شاعری میں موجود مزاحمت اور احتجاج کا رویہ ان کے شعری اسلوب کی بنیادی شناخت بن چکا ہے۔ وہ روایتی معنوں میں انقلابی شاعر نہیں، نہ ہی انہوں نے براہ راست کسی سیاسی جماعت یا نظریاتی گروہ کی وابستگی کو اپنایا، لیکن ان کی شاعری میں جو گہری فکری بغاوت پائی جاتی ہے، وہ ہر قسم کے جبر، استحصال اور ناانصافی کے خلاف ایک غیر روایتی انقلابی مزاج کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان کا احتجاج گالی یا نعرے کی صورت میں نہیں بلکہ تہذیب، جمالیات اور تخیل کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔

جون ایلیا کا اسلوب خود ایک بغاوت ہے——زبان کے روایتی استعمال، خیال کے بیانی انداز، اور موضوعات کی روایتی حد بندیوں سے انحراف کرتے ہوئے وہ ایک نیا اور آزاد فکری بیانیہ تشکیل دیتے ہیں۔ ان کی شاعری میں "خود کلامی"، "طنز"، اور "معنوی خلاء" کو ایک تخلیقی احتجاج کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

"مجھے یہ کمال حاصل ہے کہ میں

ہر چیز کو اک نئی جہت سے دیکھتا ہوں"(5)

یہ شعر محض تخلیقی رجحان کا اظہار نہیں بلکہ ایک شعوری انکار ہے اس ذہنی یکسانیت کا، جسے معاشرہ "نارمل" یا "قابل قبول" کہہ کر مسلط کرتا ہے۔ جون اس روایت کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں جو فرد کو سوچنے اور محسوس کرنے سے روکتی ہے۔

جون ایلیا کی شاعری میں علامتی انداز سے لے کر صریح و براہ راست احتجاج تک مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں۔ بعض اشعار میں مزاحمت ایک استعارے کی شکل میں موجود ہوتی ہے، جبکہ بعض مقامات پر وہ سماجی رویوں کی منافقت اور فکری جمود پر کھلے الفاظ میں تنقید کرتے ہیں۔

"جو رکے ہیں کسی کے کہنے پر

وہ چلے بھی گئے کسی کے ساتھ"(6)

یہ اشعار ایک ایسے سماجی نظام پر طنز ہیں جہاں فرد کی آزادی، رائے اور اختیار دوسروں کے تابع بن چکی ہے۔ جون کی شاعری ایسے کرداروں کو چیلنج کرتی ہے جو معاشرے میں فیصلہ ساز ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں مگر اپنی دانش یا انصاف سے خالی ہیں۔

جون ایلیا کے ہاں "ریاست"، "مذہبی ادارے"، "خاندان"، اور "روایتی اخلاقیات" جیسی طاقتور سماجی اکائیوں سے گہری بیزاری کا اظہار ملتا ہے۔ وہ ان اداروں کو فرد کی فکری و ذہنی آزادی کے راستے میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ ان کی شاعری میں کئی اشعار ایسے ہیں جو اس بیزاری کو واضح کرتے ہیں:

"اس تمدن میں یہ خرابی ہے
آدمی آدمی نہیں رہتا"(7)

یہ شعر جون ایلیا کی اس فکر کی عکاسی کرتا ہے کہ مروجہ تہذیب نے فرد کی انفرادیت اور انسانیت کو ختم کر کے اسے ایک غیر شخصی اکائی میں تبدیل کر دیا ہے، جو صرف چلتی پھرتی مشین ہے، نہ محسوس کرتی ہے، نہ سوچتی ہے۔

جون ایلیا کی مزاحمت صرف معاشرتی سطح پر نہیں بلکہ فکری و نظریاتی میدان میں بھی پائی جاتی ہے۔ وہ ہر اس تصور کو رد کرتے ہیں جو انسان کے شعور، اس کی فطرت، یا اس کی داخلی کیفیات کو مسخ کرتا ہے۔ ان کا احتجاج صرف سماج سے نہیں، اپنی ذات سے بھی ہے۔ وہ اپنی ذات میں پنپتی ہوئی بے حسی، لاتعلقی، اور فکری کثافت سے بھی بیزار ہیں۔ یہی احتجاج ان کے اسلوب کا حصہ بن کر قاری کو نہ صرف متاثر کرتا ہے بلکہ جھنجھوڑتا بھی ہے۔

جون ایلیا کی شاعری کو سمجھنے کے لیے اسے صرف فرد کی داخلی کیفیت کا اظہار سمجھنا کافی نہیں، بلکہ اس کے اندر چھپا **وجودی اضطراب** اور **اجتماعی لاشعور** کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ جون کا کلام محض ذاتی نفسیات کا ترجمان نہیں بلکہ وہ ایک عہد، ایک سماج، اور ایک تہذیبی شکست کی کہانی سناتا ہے۔ ان کے اشعار میں فرد کی تنہائی اور اس کے باطن کی اذیتیں جس شدت سے ابھرتی ہیں، وہ در اصل اجتماعی رویوں، تضادات، اور فکری زوال کا عکاس ہیں۔

جون ایلیا کی شاعری کا سب سے بنیادی اور نمایاں پہلو "تنہائی" ہے، لیکن یہ عام رومانوی تنہائی نہیں بلکہ "وجودی تنہائی" ہے جو انسانی وجود کے بنیادی سوالات سے جڑی ہوئی ہے۔ جون کی تنہائی، سارتری، کامو یا کافکا جیسے وجودی مفکرین کی تنہائی کی ہم نوا ہے۔ وہ انسان کے اس داخلی خلاء کو بیان کرتے ہیں جو تمام تر سائنسی ترقی، مذہبی وعدوں، اور سماجی روابط کے باوجود پر نہیں ہوتا:

"اب نہیں کوئی بات خطرے کی
اب سبھی کو سبھی سے خطرہ ہے"(8)

یہ اشعار اس حقیقت کا اظہار ہیں کہ سماجی رشتے، نظریاتی ہم آہنگی، اور جذباتی وابستگی کے تمام ادارے شکست و ریخت کا شکار ہو چکے ہیں، اور فرد صرف اپنی ذات میں قید ہو گیا ہے۔

جون ایلیا کی شخصیت اور شاعری دونوں میں شکست و ریخت کا ایک مسلسل عمل جاری رہتا ہے۔ وہ فرد کی نفسیاتی کشمکش کو یوں پیش کرتے ہیں جیسے وہ اپنے وجود سے الجھتا ہوا ایک ایسا انسان ہے جو نہ خود سے مطمئن ہے اور نہ دنیا سے۔ ان کی خود کلامی اور سوالیہ انداز اسی کشمکش کو ظاہر کرتا ہے:

"زندگی ایک بے ربط داستان ہے
جس کا کوئی صفحہ مکمل نہیں"(9)

یہ اشعار محض ادبی خوبصورتی نہیں بلکہ فرد کے شکستہ شعور اور غیر مربوط نفسیاتی دنیا کا بیان ہیں۔ جون کا فرد خود کو ایک نامکمل، غیر واضح اور منتشر وجود کی صورت میں دیکھتا ہے، جو کسی بڑی اجتماعی حقیقت سے جڑا ہوا ہے۔

جون ایلیا کی شاعری اس معاشرتی دور کی نمائندگی کرتی ہے جہاں "اجتماعی شعور" کی جگہ "اجتماعی لاشعور" نے لے لی ہے۔ یعنی انسان اب وہ نہیں جو شعوری طور پر عمل کرتا ہے، بلکہ وہ جو لاشعوری طور پر روایت، مذہب، سیاست، اور تہذیب کے جبر کو قبول کر لیتا ہے۔ جون ان رویوں کو چیلنج کرتے ہیں اور شعور کو جھنجھوڑنے کی کوشش کرتے ہیں:

"لوگ ہر بات پر یقین کریں
ایسے لوگوں سے خوف آتا ہے"(10)

یہ شعر نہ صرف فکری جمود بلکہ سماجی نفسیات کی کمزوری کا بھی آئینہ دار ہے۔ایسے معاشرے میں فرد کا شعور دبایا جاتا ہے اور اسے صرف ایک روبوٹ کی طرح جینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اگرچہ جون ایلیا نے کبھی کھل کر سارتری، ہیڈیگر یا نطشے جیسے فلسفیوں کا حوالہ نہیں دیا، مگر ان کی شاعری میں ان کے نظریات کی بازگشت ضرور سنائی دیتی ہے۔ مثلاً ان کی بے معنویت، تقدیر کے انکار، اور انسانی آزادی کی تڑپ اس قدر نمایاں ہے کہ وہ ایک طرح سے "اردو وجودیت" کے اولین نمائندہ دکھائی دیتے ہیں۔ان کا یہ شعر اس کیفیت کی بہترین مثال ہے:

"کون ہوں میں؟ کہاں ہوں میں؟ کیا ہوں میں؟
کوئی بھی تو جواب دیتا نہیں"(11)

یہ سوالات صرف شاعر کے نہیں بلکہ ایک پورے عہد کے ہیں۔جون کی شاعری دراصل ایک اجتماعی آہ ہے، جو ہر اس فرد کے دل کی صدا ہے جو اپنے وجود، سماج، اور تاریخ سے بیزار ہو کر بھی اس کا حصہ رہنے پر مجبور ہے۔

جون ایلیا کا شعری اظہار اس قدر منفرد، تہہ دار اور گہرا ہے کہ اسے اردو شاعری میں ایک الگ مکتبِ اسلوب کہا جا سکتا ہے۔ان کی زبان کی سادگی بظاہر عام فہم نظر آتی ہے، لیکن اس کے پسِ منظر میں جو فکری پیچیدگی، جمالیاتی باریکی اور تہذیبی رمزیت ہے، وہ غیر معمولی ہے۔ان کے شعری اظہار کا لسانی و اسلوبیاتی پہلو اس بات کا ثبوت ہے کہ جون صرف کہنے کا ہنر نہیں جانتے تھے، بلکہ کہنے کا نیا راستہ بھی خود تراشتے تھے۔

جون ایلیا کی شاعری میں الفاظ کا انتخاب غیر معمولی ہے۔وہ عام الفاظ سے غیر معمولی مفاہیم پیدا کرنے کا فن جانتے تھے۔ان کی زبان میں وہ الفاظ بھی شاعرانہ انداز میں ڈھلتے نظر آتے ہیں جو عام طور پر نثری اظہار کے لیے مخصوص سمجھے جاتے ہیں۔وہ روایت سے ہٹ کر علامتوں کا استعمال کرتے ہیں اور بعض اوقات نئی علامتیں تراشتے ہیں۔مثال کے طور پر "تنہائی"، "نارسائی"، "لاشعور"، "خلاء"، "بے ربطی" جیسے الفاظ اور مفاہیم ان کی شاعری میں محض ذاتی کیفیت کا اظہار نہیں بلکہ اجتماعی فکری حالت کی علامتیں بن کر ابھرتی ہیں:

"اب نہیں کوئی بات خطرے کی
اب سبھی کو سبھی سے خطرہ ہے"(12)

یہ اشعار زبان کی سادگی کے باوجود اپنے اندر خوف، بیزاری اور عدم تحفظ کی تہیں رکھتے ہیں جو ایک علامتی گہرائی پیدا کرتے ہیں۔

جون کا اسلوب سادہ، رواں، مگر فکری سطح پر پیچیدہ ہے۔وہ قاری کو ایک ایسے راستے پر لے جاتے ہیں جہاں ہر شعر محض معنی کا اعلان نہیں بلکہ سوال پیدا کرتا ہے۔وہ نظموں میں شعوری تسلسل اور غزلوں میں فکری تنوع کو یوں برتتے ہیں کہ ہر مصرعہ ایک مکمل خیال بن جاتا ہے۔ان کا اسلوب نہایت ذاتی ہے لیکن اس میں اجتماعی تجربات کی بازگشت بھی سنائی دیتی ہے:

"یہ مجھے چین کیوں نہیں پڑتا
ایک ہی شخص تھا جہان میں کیا؟"(13)

یہ شعر جون کے اس انداز کی مثال ہے جہاں ذاتی کیفیت ایک وسیع انسانی تجربے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔اس کی ساخت اور بیان دونوں سادگی کے پردے میں گہرائی کو سموئے ہوتے ہیں۔

جون ایلیا کی شاعری میں طنز اور تہکم کی ایک منفرد تکنیک پائی جاتی ہے۔وہ اپنے خیالات کا اظہار نہایت مہذب اور نرم لہجے میں کرتے ہیں، لیکن ان کا طنز اندر سے کاٹ دار ہوتا ہے۔ان کی یہ تہذیب زدہ بغاوت، قاری کو گہری سطح پر متاثر کرتی ہے۔وہ نہ صرف سماج سے سوال کرتے ہیں بلکہ خود سے بھی الجھتے ہیں، اور یہی خود کلامی ان کی شاعری کو ایک خاص رنگ دیتی ہے:

"تم سے بچھڑ کے زندگی تو کٹ گئی

لیکن یہ جان لو

کہ میں ابھی تک زندہ نہیں ہوں"(14)

یہاں طنز، درد، اور وجودی بے چینی ایک دوسرے میں مدغم ہو چکے ہیں، اور ان کی خود کلامی قاری کو اپنے اندر جھانکنے پر مجبور کرتی ہے۔

جون ایلیا کی زبان میں جو روانی، تسلسل اور ضبط موجود ہے، وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ زبان کے صرف صارف نہیں بلکہ معمار بھی تھے۔ وہ اردو زبان کی کلاسیکی لطافت اور جدید تخلیقی امکانات کو بیک وقت برتتے ہیں۔ ان کے یہاں نہ بے جا لفاظی ہے نہ مصنوعی ابہام، بلکہ ہر لفظ ایک مقصد کے تحت منتخب کیا گیا ہوتا ہے۔ اس لسانی شعور نے ان کے کلام کو ایک ایسا اسلوب عطا کیا جو نہ صرف ادبی حلقوں میں مقبول ہوا بلکہ نوجوان نسل کے ذہنی و فکری میلانات سے بھی ہم آہنگ رہا۔

جون ایلیا کی شاعری صرف جذباتی یا فکری اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک مسلسل فکری ارتقاء کی داستان بھی ہے۔ ان کے کلام میں وقت کے ساتھ ساتھ نہ صرف موضوعات کی گہرائی بڑھی بلکہ ان کا تنقیدی زاویہ بھی مزید تیز اور واضح ہوتا گیا۔ ان کی شاعری کو اگر زمانی ترتیب سے دیکھا جائے تو اس میں ایک ذہنی اور فکری سفر دکھائی دیتا ہے —— ایک ایسی شاعری جو شکستہ دل سے شروع ہو کر شکستہ سماج تک پہنچتی ہے، اور پھر خود وجود اور شعور کی گہرائیوں میں ڈوب جاتی ہے۔

جون ایلیا کا پہلا مجموعہ **"شاید** 1991 **"** میں شائع ہوا، جو کہ ان کے پختہ فکری رجحانات اور ادبی مقام کی مظہر ہے، حالانکہ وہ برسوں سے لکھ رہے تھے۔ "شاید" میں جہاں ایک شکستہ دل عاشق کا رنگ ہے، وہیں معاشرتی بیزاری اور فکری بے چینی کی جھلک بھی نمایاں ہے۔ اس کے بعد آنے والے مجموعے **"یعنی"**، **"گمان"**، **"لیکن"** اور **"گویا"** میں موضوعات مزید متنوع، تلخ اور فکری طور پر جرات مندانہ ہو گئے۔ ان کی بعد کی شاعری میں وہ صراحت اور کڑواہٹ آ جاتی ہے جو صرف اس شاعر کے حصے میں آتی ہے جو زمانے کی چال کو پہچان چکا ہو۔

ان کے ابتدائی کلام میں علامتیں نسبتاً مبہم اور خیالات قدرے محتاط ہوتے ہیں، لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا ہے، ان کی شاعری میں ایک انکاری، بے خوف اور سوال اٹھانے والی صدا بلند ہوتی ہے۔ یہ تبدیلی نہ صرف ان کے کلام کو فکری طور پر بھرپور بناتی ہے بلکہ اس میں ایک گہرائی اور معنویت بھی شامل کر دیتی ہے۔

جون ایلیا کو عوامی سطح پر بے حد پذیرائی حاصل ہوئی، خصوصاً نوجوان نسل میں وہ ایک "ادبی کلٹ" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے اشعار سوشل میڈیا پر بار بار دہرائے جاتے ہیں، اور ان کی شخصیت ایک رومانوی، ذہین اور باغی شاعر کے طور پر ابھری ہے۔ تاہم، تنقیدی حلقوں میں ان کی شاعری پر دو طرح کی آرا پائی جاتی ہیں۔ ایک طبقہ ان کی شاعری کو صرف ادبی اظہار کی حد تک محدود سمجھتا ہے، جب کہ دوسرا طبقہ انہیں اردو کے جدید ترین اور غیر روایتی فکری شعرا میں شمار کرتا ہے۔

مثلاً، پروفیسر گوپی چند نارنگ کے مطابق جون ایلیا کی شاعری میں "نئی صدیاں اور نئے فکری بحران" نمایاں طور پر منعکس ہوتے ہیں، اور وہ اردو ادب میں "ادبی جدیدیت" کے ایک منفرد نمائندہ کے طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان کے فکری رجحانات کو "فرد کی گمشدگی اور تلاش" کے استعارے کے طور پر دیکھا ہے، جو جدید انسان کی سب سے بڑی المیہ کی علامت ہے۔

کئی ناقدین جون کی شاعری کو "سیلف کنفیسر" یعنی خود انکشافاتی شاعری کے زمرے میں رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے کلام کو محض ذاتی دکھ یا جذباتی برہمی تک محدود کرنا ان کے فکری دائرے کے ساتھ ناانصافی ہے۔ ان کی شاعری میں نہ صرف خودی کی تلاش ہے بلکہ اجتماعیت، تہذیب، اور انسانیت کے گہرے سوالات بھی چھپے ہیں۔

ان کے کلام میں علمی فریم ورک کو لاگو کر کے دیکھا جائے —— جیسے مارکسی، وجودی، یا مابعد جدیدی تنقید —— تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جون کی شاعری میں طبقاتی استحصال، انفرادیت کا بحران، اور تہذیبی زوال کے خلاف شعوری ردعمل موجود ہے۔ ان کے اشعار فلسفہ، نفسیات اور عمرانیات کے طلبہ و اساتذہ کے لیے ایک اہم مطالعہ کا مواد فراہم کرتے ہیں۔

جون کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ قاری کو محض متاثر نہیں کرتے بلکہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان کی شاعری ایک ایسا فکری آئینہ ہے جس میں ہر قاری اپنی اور اپنے معاشرے کی تصویر دیکھ سکتا ہے، چاہے وہ اس کا اعتراف کرے یا نہیں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جون ایلیا کی شاعری محض ایک فرد کی داخلی کشمکش یا محبت کی ناکامیوں کا بیانیہ نہیں، بلکہ وہ ایک عہد، ایک معاشرتی نظام اور ایک فکری فضا کا شعری دستاویز ہے۔ان کے کلام میں موجود "عصری سماجی شعور" ایک گہری فکری بیداری کا مظہر ہے، جس نے اردو شاعری کے مروجہ رجحانات کو نہ صرف چیلنج کیا بلکہ ایک نیا تناظر بھی فراہم کیا۔وہ نہ صرف معاشرے سے سوال کرتے ہیں بلکہ خود اپنی ذات سے بھی بار بار مکالمہ کرتے ہیں، اور یہی خود احتسابی ان کی شاعری کو ایک فکری تحریک میں ڈھال دیتی ہے۔

جون ایلیا نے شاعری کے ذریعے سماجی، فکری اور وجودی تضادات کو اس خوبی سے بیان کیا کہ قاری خود کو اس کلام کا حصہ محسوس کرتا ہے۔ان کے ہاں احتجاج، مزاحمت، بیزاری، لاتعلقی، درد، طنز، اور خود کلامی، سب ایک متحرک فکری فضا میں پنپتے ہیں۔ان کے اشعار زندگی کے اس المیے کو بیان کرتے ہیں جس سے ہر باشعور فرد کسی نہ کسی سطح پر گزر رہا ہوتا ہے—خواہ وہ سماجی ہو، فکری یا وجودی۔

ان کی شاعری میں سماجی مسائل جیسے طبقاتی تقسیم، تعلیم کی عدم مساوات، تہذیبی زوال، اور فرد کی اجنبیت پر جس گہرائی سے روشنی ڈالی گئی ہے، وہ اردو شاعری میں کم کم دیکھنے کو ملتی ہے۔جون ایلیا نے ان تمام مسائل کو کسی نعرہ بازی یا خطیبانہ لہجے میں پیش نہیں کیا بلکہ ایک ایسے جمالیاتی، علامتی اور لسانی پیرائے میں بیان کیا کہ وہ قاری کے دل و دماغ دونوں پر اثر انداز ہو جاتے ہیں۔

ان کے ہاں جو شعور کار فرما ہے، وہ کسی مخصوص نظریے یا فکری مکتب سے وابستہ نہیں، بلکہ ایک آزاد، خود مختار اور تنقیدی ذہن کا نتیجہ ہے۔وہ تقلید سے بیزار اور تحقیق کے شائق تھے۔یہی رویہ ان کی شاعری کو عصری بناتا ہے اور اسے آج کے قارئین کے لیے بھی اتنا ہی اہم بناتا ہے جتنا اپنے زمانے کے لیے تھا۔

آخر کار، جون ایلیا کی شاعری نے یہ ثابت کیا کہ اردو ادب صرف جمالیات اور جذباتیات کا مجموعہ نہیں بلکہ فکری آزادی، نظریاتی جستجو، اور سماجی شعور کا بھی ایک موثر وسیلہ ہو سکتا ہے۔ان کا کلام ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہم نہ صرف اپنا عکس دیکھ سکتے ہیں بلکہ اس معاشرے کا بھی جو ہم نے خود تراشا ہے، اور جس سے ہم شاکی بھی ہیں۔

حوالہ جات

1۔ شاہد صادق، *جون ایلیا کی شاعری میں سماجی شعور*، (بی۔ایس اردو کا غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان، 2024ء)، ص10
2۔ ایضاً، ص 6
3۔ جون ایلیا، شاید (دہلی: کتابی دنیا، 2011ء)، ص 15
4۔ ایضاً، ص 34
5۔ ایضاً، ص 89
6۔ ایضاً، ص 123
7۔ جون ایلیا، یعنی (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2014ء)، ص189
8۔ جون ایلیا، شاید (دہلی: کتابی دنیا، 2011ء)، ص 84
9۔ ایضاً، ص 123
10۔ جون ایلیا، یعنی (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2014ء)، ص132
11۔ جون ایلیا، گمان (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2004ء)، ص 169
12۔ ا ایضاً، ص، 89
13۔ جون ایلیا، شاید (دہلی: کتابی دنیا، 2011ء)، ص 121
14۔ ا ایضاً، ص 279